

رسائل و مسائل

صنعتی ترقی اور اخلاقی اقدار

سوال: جن ملکوں میں صنعتی ترقی ہوئی وہاں لازمی طور پر عام اخلاقی تنزل ہوا۔ ملوں، کارخانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے عورت، مرد، بچے تک مشینوں کے پرزے بن گئے۔ ان ملکوں میں نتیجے کے طور پر کچھ مفکر پیدا ہوئے (مثلاً امریکہ میں جان ڈیوی) جنہوں نے نئی طرز کی زندگی کو نظریاتی سہارا دیا۔ روایات کو غلط قرار دیا اور سوسائٹی کی اقدار ہی کو بدل دیا۔ پاکستان میں ایک طرف تو صنعتی ترقی ضروری ہے مگر دوسری طرف اسلامی روایات اور اقدار کو قائم رکھنا فرض ہے۔ براہ کرم فرمائیے کہ یہ بظاہر متضاد مقاصد کیسے حاصل ہو سکتے ہیں؟ مشینی فضا میں روح کیسے تازہ رہ سکتی ہے؟ تبدیلیاں لازمی ہیں مگر کس حد تک قابل قبول ہیں؟

جواب: انسانی تمدن میں مادی تغیرات کی مثال ان تغیرات کی سی ہے جو فرد انسانی کے جسم میں بچپن سے جوانی، جوانی سے کھولت اور کھولت سے بدھاپے کی طرف منتقل ہوتے وقت رونما ہوتے ہیں۔ ان کا روح اور نفس سے گہرا تعلق ضرور ہے مگر ان تغیرات کے نتائج کا کوئی ایسا متعین اور قطعی ٹیپ نہیں ہے جو تمام انسانوں کے نفس پر ہمیشہ یکسانیت کے ساتھ لگتا ہو۔ بلکہ ان میں فرد فرد کے لحاظ سے بھی اور انسانی جماعتوں کے لحاظ سے بھی بڑا فرق ہوتا ہے۔ جس میں بہت سے دوسرے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ اگر تعلیم، تربیت اور معاشرتی ڈھانچہ جو کسی فرد انسانی کو میسر آئے، ایسا صالح ہو کہ فرد کو ارتقاء حیات کی طرف لے جانے کے ساتھ ساتھ وہ ایک عمدہ اور مضبوط سیرت کو بھی اس کے اندر نشوونما دیتا رہے، تو بچپن سے جوانی کی عمر میں داخل ہوتے وقت اس کی طبیعت کی جولانی غلط راہوں پر جانے کے بجائے بہترین تعمیر راہیں اختیار کرتی ہے اور یہی ارتقا بدھاپے تک صحیح طریقے سے بدھتا رہتا ہے۔ لیکن اگر تعلیم کسی صحیح فکر کو نشوونما دینے والے فلسفے پر مبنی نہ ہو اور تربیت بھی غلط علوات و خصائل پیدا کرنے والی ہو، اور پھر معاشرتی ڈھانچہ بھی بگاڑنے والا ہی میسر آئے، تو ایک بچہ آغاز ہوش ہی سے مجرم بننا شروع ہوتا ہے۔ جوان ہو کر چور اور ڈاکو بن کر اہمیتا ہے اور بدھاپے تک اس کی جرائم پیشہ طبیعت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

اسی طرح انسانی تمدن میں جو مادی تغیر، مثلاً صنعتی انقلاب سے رونما ہوا، اس میں بجائے خود کوئی خرابی

نہ تھی۔ اس میں انسان کی بھلائی ہی کا سامنا تھا، جیسے جوانی کا آنا بجائے خود کوئی برائی نہیں بلکہ انسان کے لیے اپنی ذات میں رحمت ہی ہے۔ لیکن قصور اس فلسفہ حیات کا تھا جو سولہویں سترہویں صدی سے یورپ میں نشوونما پا رہا تھا۔ اس نے ذہن کو بگاڑا، ذہن کے بگاڑ نے اخلاق خراب کیے اور اخلاق کی خرابی نے معاشرتی ڈھانچے کو جو دور جاگیرداری سے بگڑا ہوا چلا آ رہا تھا اور زیادہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس حالت میں صنعتی انقلاب کی طاقت میسر آ جانے سے قوموں کی قومیں جرائم پیشہ بن گئیں اور اب ایٹم کی طاقت پا کر تہذیب کی ساری نمائشوں کے باوجود اسفل سفلین کی طرف جا رہی ہیں۔ اس حالت میں جو فلاسفر لوگوں کو اس بگاڑ پر مطمئن کرنے کے لیے، نئے نئے نظریاتی سارے دیتے ہیں اور بگڑے ہوئے سانچے سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے سوسائٹی کی اقدار بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی مثل اس دشمن دوست نما کی سی ہے جو ایک بگڑتے ہوئے بچے کو پہلی مرتبہ جیب کاٹنے پر شہاںش کہے اور اسے یقین دلانے کہ یہ جیب تراشی تو ایک بہترین آرٹ ہے جس کی مذمت کرنے والے لوگ محض دقیانوسی ہیں۔

میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ مادی ترقی کے مقاصد اور اسلامی اقدار کے مقاصد میں کوئی حقیقی تضاد ہے۔ نہ میں یہ جانتا ہوں کہ یورپ میں صنعتی ترقی کے ساتھ جس مخصوص تمدن و تہذیب نے نشوونما پایا ہے، یہ صنعتی ترقی سے کوئی جوہری تلازمہ رکھتا ہے اور لازماً جب اور جہاں بھی یہ ترقی ہوگی، وہاں یہی تہذیب ظہور میں آئے گی، یا آتی چاہیے۔ اسی طرح یہ مفروضہ بھی میرے لیے قابل قبول نہیں ہے کہ انسانی روح چرخی اور چاک اور چکی کے ساتھ تو تازہ دم رہ سکتی تھی مگر مشین ہی کی فطرت کچھ ایسی ہے کہ اس سے سابقہ پیش آتے ہی اس روح پر مردنی چھا جائے۔ میرے نزدیک، ایک صحیح فلسفہ حیات سے اگر ذہن درست کیے جائیں، ایک صالح نظام اخلاق اگر سیرت گری کے لیے استعمال کیا جائے، اور ایک معتدل و متوازن معاشرتی ڈھانچہ انسانوں کو سنبھالنے کے لیے موجود ہو تو صنعتی ارتقا اور سائنس سے حاصل ہونے والی قوتوں کا استعمال، موجودہ مغربی تمدن و تہذیب سے بنیادی طور پر بالکل مختلف ایک دوسرے تمدن و تہذیب کو نشوونما دے سکتا ہے، جو اس سے بدرجہا زیادہ طاقت ور بھی ہو اور پھر انسانیت کے لیے باعث رحمت بھی۔

مجھے یقین ہے کہ اسلام اور صرف اسلام ہی ہمیں اس طرح کا فلسفہ حیات اور نظام اخلاق دے سکتا ہے۔ اس کی رہنمائی عملاً قبول کر کے اگر ہم اس کی ہدایات کے مطابق اپنا نظام تعلیم و تربیت عالمہ اور اپنا معاشرتی ڈھانچہ بنالیں، تو ان شرائط کی تکمیل ہو سکتی ہے جو اوپر میں نے مادی ترقی کے ساتھ ایک صالح تہذیب کی تکمیل کے لیے بیان کی ہیں۔ اس معاملے میں یہودیت پہلے ہی مایوس کن تھی۔ عیسائیت نئے دور کے آغاز ہی میں ناکام ثابت ہو گئی اور بودھ مت سرے سے اس میدان کا مرد تھا ہی نہیں۔ رہے جدید مذاہب، سوشلزم، فاشلزم اور کمیونلزم، سو وہ اپنے تمام عیوب و محاسن کھول کر سامنے لاکچے ہیں اور دنیا خوب

دیکھ چکی ہے کہ ان کے محاسن کو ان کے عیوب سے کیا نسبت ہے۔ نیا کوئی فلسفہ بھی اب تک ایسا سامنے نہیں آیا ہے جو ایک تہذیب کی بنیاد بننے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اس کو سوچنے والے تمام تر اہل مغرب ہیں اور وہ اپنی اس تہذیب کے زہریلے پن سے نکل آنے کے بلحاظ اس کی بنیادوں میں تغیر کرنے پر آمادہ نہیں ہیں بلکہ ان کے ذہن اس کے حدود سے آڑو ہو کر سوچنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔ وہ صرف جزوی ترسیمات سے کام چلانا چاہتے ہیں اور ان میں سے اکثر کی تجویز کردہ ترمیمیں مزید بگاڑ ہی کی طرف لے جانے والی ہیں۔

اس مختصر خط میں میرے لیے وہ وجوہ بیان کرنا مشکل ہے جن کی بنا پر میں اس معاملے میں اسلام کو علی وجہ البصیرت کافی ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لیے ایک شعلہ امید سمجھتا ہوں۔ ان دلائل کے اعانہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ میں انہیں اپنی متعدد کتابوں میں بیان کر چکا ہوں، مثلاً اسلام تہذیب اور اس کے اصول و مبادی وغیرہ۔ اس کے علاوہ میرے دست سے مضامین میں بھی اس کی طرف اشارات موجود ہیں۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، رسائل و مسائل، حصہ سوم، ص ۳۵-۵۰، اگست ۱۹۹۶ء، اخذ و تدوین م۔ س)

رسول اکرمؐ کی سنتوں میں سب سے اہم اور عظیم سنت
جس میں آپؐ ۲۳ سالہ نبوی زندگی کے ہر لمحہ مصروف رہے
حرم سراؤ کی تحریر

چند تصویریں سیرت کے الہم

صفحات : ۵۵ - قیمت : ۹ روپے

ول نشیں مناظر، موثر حیرانہ بیان، منظر و انداز

آج کے دور کی ضرورت : اقامت دین کی سنت عظمیٰ پر عمل
حرم سراؤ آپ کو یہی پیغام دیتے ہیں۔

مساحتہ الاول میں مندرجہ بیان پر تنقید کرنے کے لیے حاصل کیجئے۔
حرف ۲۰۰ روپے فی کپیڈ

۱- منشورات: منصورہ، مکان روڈ لاہور۔ ۵۳۵ - فکس : ۷۸۳۲۱۹۳ - ۰۳۲

۲- ڈیسٹنٹ بک ہواؤسٹ: ۵۵ بلاک ۵، گلشن اقبال، نزدیکی مسجد کراچی۔ فون : ۷۹۱۷۶۹۱

۳- بک ٹریڈرز: بلاک ۱۹، قمر جیبر، مرکز ۷- ایف، اسلام آباد۔ فون : ۸۴۳۰۹۳